The Foundation of Intellectual Security in Islamic Civilization: An analytical Study

اسلامی تہذیب وثقافت میں فکری امن وسلامتی کی بنیادیں: ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Adeeba Siddiqui
Assistant professor (visiting), National University of Modern Language
Shad Muhammad
PhD Research Scholar University of Karachi. shadkhan654@gmail.com
Wali Muhammad
MPhil Scholar, Department Islamic Studies, HITEC University Taxila, Punjab Pakistan
mwali5452@gmail.com

Abstract

Peace, security, and safety are among the greatest blessings and key objectives of Islamic Shariah, supported by numerous references in the Qur'an and Sunnah. There are various forms of peace that a human being requires, including the safety of life, wealth, honor, and dignity. One such crucial form is intellectual security, which holds immense importance in the contemporary era. Especially in present times, the Muslim Ummah is facing severe intellectual challenges from the enemies of Islam who aim to distort Islamic identity and destabilize moral values by promoting deviant ideologies and concepts. Hence, the necessity and significance of intellectual security have increased manifold. Islamic civilization and culture are fundamentally based on Divine Revelation (the Qur'an and Sunnah). Due to this strong foundation, Islamic culture possesses unique characteristics that are not found in any other civilization. These very characteristics provide comprehensive guidance not only in the realms of social and physical peace but also in ensuring intellectual security for the Muslim Ummah. There is a dire need to explore and clarify these foundational principles in depth. This research paper has been written with the following core objectives:

1.To explain the concepts of Islamic culture and intellectual security.

2.To shed light on the notion of intellectual security within the framework of Islamic civilization and culture.

3.To identify and present the foundational elements of intellectual security as rooted in Islamic culture, and to analyze intellectual safety in light of these principles.

Keywords: Intellectual Security – Islamic Civilization – Foundational Principles

تعارف

تمہید: تعارفی جائزہ

پہلی بحث: علمی بنیادیں

دوسری بحث: شخصی بنیادیں

تیسری بحث: معاشرتی بنیادیں

خاتمہ: نتائج وسفارشات

تمہید: تعارفی جائزہ

اسلامی تہذیب وثقافت سے ماخوذ فکری امن کی بنیادوں کی تفصیل سے پہلے موضوع کی اہم اصطلاحات کا مختصر تعارف ضروری ہے۔اس کے لیے مندرجہ ذیل دو اصطلاحات کی وضاحت کی جائے گی:

1- فکری امن

2- تہذیب

1- فکری امن

فکر کے لغوی معنی غور و حوض، رائے اور دل میں آنے والے خیالات کے ہیں 1، اصطلاح میں اس کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں، سب کا مفہوم قریب قریب ہے کہ فکر کا مطلب یہ ہے کہ عقل وذہن کے ذریعے مدرکات، محسوسات اور مشاہدات میں تامل اور غور کر کے نئے اور جدید معارف کا حصول اور استخراج کرنا۔

إعمال النظر والتأمل في مجموعة من المعارف لغرض الوصول إلى معرفة جديدة2 .

نئے علم ومعرفت تک پہنچنے کی غرض سے معارف کے مجموعہ میں غور وفکر اور تامل کرنا۔

امن کے لغوی معنی بے خوفی اور اطمینان واستقرار کے ہیں، جو کہ خوف کی ضد ہے۔ 3امن کے اصطلاحی مفہوم سے مراد ایسی کیفیت ہے جس میں فرد کو سکون وقرار حاصل ہو، کسی قسم کا خوف نہ ہو اور داخلی یا خارجی جارحیت کا خطرہ بھی نہ ہو۔ بعض معاصر محققین نے امن کی اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:

أنه مجموعة من الإجراءات التربوية والوقائية والعقابية التي تتخذها السلطة لحماية الوطن والمواطن داخليا وخارجيا4 .

یہ تربیتی، احتیاطی اور تعزیری اقدامات کا ایک مجموعہ ہے جو اتھارٹی کی طرف سے وطن اور شہریوں کے اندرونی اور بیرونی طور پر تحفظ کے لیے اٹھائے جاتے ہیں۔

جہاں تک فکری امن کی بات ہے تو اس کو عربی میں میں "الأمن الفكري" اور انگریزی میں (Intellectual Security) کہتے ہیں۔ یہ ایک جدید اصطلاح ہے، جس کا مفہوم معاصرین نے مختلف الفاظ میں لکھا ہے، سب کا حاصل تقریبا ایک ہے کہ فکری امن کا مطلب یہ ہے کہ فرد کے افکار کو ہر قسم کی جارحیت، شدت اور خوف سے محفوظ کرنا، تاکہ وہ اپنی شناخت وتہذیب کے ساتھ سکون سے زندگی گزار سکے۔

أن يعيش الناس في بلدانهم وأوطانهم وبين مجتمعاتهم آمنين مطمئنين على مكونات أصالتهم وثقافتهم النوعية ومنظومتهم الفكرية المنبثقة من الكتاب والسنة المبنية على الوسطية والاعتدال في فهم الأمور الدينية والسياسية وتصور للكون5 .

---

[1] جمال الدين بن منظور، **لسان العرب**، دار الفكر، 1414ه، 5/ 65

[2] دكتور عبدالله بن عبدالمحسن التركي، **الأمن الفكري وعناية المملكة العربية السعودية**، ص:57

[3] زين الدين محمد الرازي، **مختار الصحاح**، مكتبة لبنان، 1995ء، ص: 22

[4] علي فايز الجحني، **المفهوم الأمني في الأسلام**، مجلة الأمن، العدد 2، ذي الحجة 1408ھ، ص:12

[5] دكتور عبدالرحمن السديس، **الشريعة الإسلامية وأثرها في تعزيز الأمن الفكري**، جامعة نايف الرياض، 1426ھ، ص:22

یہ کہ لوگ اپنے ملکوں اور وطنوں میں اور اپنی برادریوں کے درمیان امن واطمینان سے زندگی گزارے، اپنی اصلی شناخت، اپنی مخصوص ثقافت کے ساتھ اور قرآن و سنت سے اخذ کردہ ان کے فکری نظام کے ساتھ جو مذہبی، سیاسی معاملات اور کائنات کے تصور کو سمجھنے میں میانہ روی اور اعتدال پر مبنی ہوں۔

2-تہذیب

تہذیب کا لفظ عربی زبان میں باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کا مادہ اور روٹ ''هذب '' ہے۔اس کے لغوی معنی کسی چیز کی تنقیح کرنے، صاف وچھانٹی کرنے اور اصلاح کرنے کے آتے ہیں۔جب اس کی نسبت فرد کی طرف کی جائے تو ''مہذب فرد '' وہ ہوتا ہے جو شائستہ اخلاق سے متصف اور اخلاقی عیوب و خرابیوں سے پاک ہو۔6

اصطلاح میں اس کا مفہوم مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔اردو میں اس کے مفہوم کے بارے میں سبط حسن لکھتے ہیں:

''تہذیب معاشرے کے طرزِ زندگی اور طرزِ فکر واحساس کا جوہر ہوتی ہے، چنانچہ زبان، آلات واوزار، پیداوار کے طریقے، سماجی رشتے، فنون لطیفہ، علم وادب، خاندانی تعلقات وغیرہ سب تہذیب کے مختلف مظاہر ہوتے ہیں۔7''

عربی میں تہذیب کا ہم معنی لفظ ثقافت بھی ہے، جس کی تعریف معاصرین نے یوں کی ہے:

مجموعة من الصفات الخلقية والقيم الاجتماعية التي تؤثر في الفرد منذ ولادته، وتصبح لاشعوريا العلاقة التي تربط سلوكه بأسلوب الحياة في الوسط الذي ولد فيه8 .

اخلاقی خصلتوں اور سماجی اقدار کا ایک مجموعہ جو فرد کو اس کی پیدائش کے بعد سے متاثر کرتا ہے، اور یہ لاشعوری طور پر ایسا رشتہ وعلاقہ بن جاتا ہے جو اس کے طرز عمل کو اس ماحول کے طرز زندگی سے جوڑتا ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔

تعارفی تمہید کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ اسلامی تہذیب وثقافت میں فکری امن وسلامتی کے لیے کونسی بنیادیں موجود ہیں؟

پہلی بحث: علمی بنیادیں

اسلامی تہذیب وثقافت میں فکری امن وتحفظ کے لیے کچھ بنیادیں علمی ہیں، جن کے ذریعے فرد کی فکر کو سلامتی حاصل ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں معاشرہ بھی امن کا گہوارہ بنتا ہے۔ایسی علمی بنیادیں تین ہیں:

1-درست عقیدہ کا علم

2-اعتدال

3-حصولِ علم کے مصادر کی ترتیب

1-درست عقیدہ کا علم

اس دنیا کی تقریباہر تہذیب کی بنیاد گزشتہ تہذیبوں کے بچے کھچے آثار، مفکرین کے تصورات وافکار اور جغرافیائی، نسلی، ملکی اور قومی عوامل پر ہے، لیکن اسلامی تہذیب اس حیثیت سے بالکل الگ اور ممتاز ہے کہ اس کی اساس ایک ایسا دین، فکر، عقیدہ اور تعلیمات ہیں جن کی حیثیت دائمی اور ابدی ہے۔عقیدہ کا اسلامی تہذیب کے ساتھ گہرا تعلق ہے، کیونکہ

---

6 جمال الدین بن منظور، **لسان العرب**، 1/ 782

7 سبط حسن، **پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء**، مکتبہ دانیال، ص:300

8 ترجمۃ عبد الصبور شاہین، **شروط النهضة**، دار الفکر 1986ء، ص:83

عقیدہ ہی اس کی اساس وبنیاد ہے اور جب عقیدہ انسان کے شعور اور وجدان میں ایمان بن کر موجزن ہو جائے تو ایک طرف یہ فکر کے راستے سے ہو کر " ثقافت "میں ڈھلتا ہے اور دوسری طرف سیرت و کردار کے راستے سے " تہذیب "میں اپنے اثرات دکھاتا ہے۔

فرد میں قرآن وسنت اور سلف کے فہم کی روشنی میں اسلام کے درست عقیدہ کی تعمیر فکری امن کے لیے اشد ضروری ہے، کیونکہ فکری بدامنی اور انتشار میں جہالت اور عقائد کے غلط فہم کا بہت قوی کردار ہے اور جہالت سے ہی گمراہی کے دروازے کھلتے ہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا (يَبْقَ عَالِمٌ) اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا (رُؤَسَاءَ) جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا[9] .

"حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے، بلکہ وہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا، حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ـ"

اور سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ انسان بغیر علم کے دین میں اپنی رائے زنی سے کام لیں، جو درحقیقت اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ باری تعالی کا ارشاد ہے:

}فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ[10] {

عصرِ حاضر میں فکری بدامنی اور انتہاپسندی کے مرتکب لوگوں کا جائزہ لیا جائے تو وہ یا صحیح اسلامی عقائد و تعلیمات سے جاہل ہیں یا سوءِ فہم کے شکار ہیں۔ اس لیے عقیدہ توحید و رسالت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، موعظہ حسنہ، فرقہ بندی، افراط و تفریط اور غلو، عدل وانصاف اور انسانی حقوق جیسے اہم مباحث کا درست فہم اور علم معاشرے میں عام کرنا، ان میں سے جو منفی پہلو کی جہات ہیں، ان کی قباحت اور منفیت کو واضح کرنا اور مثبت جہات کی تعلیم انتہائی ضروری ہے۔

2-اعتدال

دین اسلام کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ تمام امور و معاملات میں وسطیت، اعتدال اور میانہ روی پر قائم ہے۔ اسلام افراط و تفریط اور غلو و تقصیر کو ناپسند اور منع کرتا ہے، اسی لیے دینِ اسلام انسانی فطرت کے زیادہ قریب اور اس کی رعایت رکھنے والا مذہب ہے۔ اس بات پر قرآن وسنت کی کئی نصوص موجود ہیں۔ مثلا باری تعالی نے ایک مقام پر اس امت کو " امت وسط "کی صفت سے متصف کر کے فرمایا:

}وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا[11] {

اس یہی تعلیم اور حکم دیا گیا ہے کہ امتِ مسلمہ کے لیے اپنے تمام دنیوی واخروی امور میں اعتدال اور وسطیت پر قائم ودائم رہنا ہی ضروری اور اصل ہے۔ عیسائیوں کی طرح الوہیتِ نبی، رہبانیت اور غلو اسلام میں نہیں ہے، نہ ہی اسلام میں یہودیت کی طرح تقصیر ہے، جنہوں نے اپنے دین کر بدل دیا، اپنی آسمانی کتاب میں تحریف کے مرتکب ہوئے اور انبیاء کے قتل میں ملوث ہوئے۔

---

[9] **صحیح البخاري**، محمد بن اسماعیل الجعفي، بخاري، 58 /1، 100: رقم الحدیث، 1980ھ، دار الکتب العلمیة

[10] الأنعام: 144

[11] البقرة: 143

اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعمال میں وسطیت اور میانہ روی اختیار کرے، اپنے اقوال، افعال اور عقیدہ میں غلو و تقصیر اور افراط و تفریط سے اجتناب کرے، اسی سے انسانی فکر کو سلامتی اور تحفظ ملتا ہے اور انتہا پسندی و شدت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسی لیے باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں غلو سے بچنے اور صراطِ مستقیم سے ہٹنے سے منع فرمایا ہے:

}فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ12 {

}وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ13 {

اعتدال اور اسلامی تہذیب کا باہم گہرا ربط و تعلق ہے اور اسلامی تہذیب میں اعتدال اور وسطیت بدرجہ اتم موجود ہے، کیونکہ انسانی معاشرہ مختلف افراد، کنبوں، قبیلوں اور خاندانوں کا مجموعہ ہے اور انسان بذاتِ خود بھی مادیت، حیوانیت اور روحانیت کا مجموعہ ہے، ایسی صورتحال میں معاشرے کی ہر اکائی کے حقوق کا خیال رکھنا اور مادہ، حیوانیت اور روحانیت میں اعتدال اور توازن رکھنا صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے، اسی لیے اسلام دیگر امور کی طرح تہذیبی امور میں بھی اعتدال اور توازن کا درس دیتا ہے۔

تہذیب و تمدن کے سلسلے میں اعتدال اور وسطیت کی تعلیم اور اس جہت سے انسانی فکر کی تربیت انتہائی ضروری ہے۔ افراد کے باہم روابط، حقوق اور ذمہ داریوں، ہر قوم، خاندان اور علاقے کے تشخص اور دیگر اقوام کی تہذیب سے اخذ و استفادہ وغیرہ جیسے امور میں اعتدال سے کام لینا بہر صورت ضروری ہے اور

اعتدال میں اصل معیار سرورِ دوعالم ﷺ کی ذات ہے، آپ ﷺ کی تصدیق، آپ کے اوامر و نواہی کا اتباع اور آپ کی سنن وارشادات پر عمل کے بغیر اعتدال کا وجود ناممکن ہے۔

3- حصولِ علم کے مصادر کی ترتیب

افراط و تفریط اور صراطِ مستقیم سے انحراف کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ انسان اپنی "عقل" پر کلی انحصار کرے اور عقل کو شریعت کے دیگر مآخذ پر ترجیح دے کر مقدم رکھے۔ ماضی میں ایسے کئی فرقے گزر چکے ہیں، جنہوں نے قرآن و سنت کی تعلیمات کو پرکھنے کے لیے اپنی عقل کو معیار اور کسوٹی بنایا، چنانچہ جو حکم ان کی عقل و فہم کے مطابق ہوتا تھا، اسے قبول کر لیا جاتا تھا اور جو حکم ان کی عقل و فہم میں نہ آسکتا تھا، اسے رد کر دیا جاتا تھا اور اس میں عقلی تاویلیں کی جانے لگتی تھیں۔ یہ طرزِ عمل ان کی گمراہی اور صراطِ مستقیم سے انحراف کا سبب بنا۔

اس سبب کے ازالہ کے لیے شریعت کے احکام و تعلیمات کے مآخذ کی درست ترتیب کا علم اور تعلیم ضروری ہے کہ قرآن و سنت کا درجہ عقل سے بڑا ہے۔ اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ عقل اللہ کی طرف سے دی ہوئی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کے ذریعے انسان خیر و شر میں تمیز کرتا اور حق و باطل میں فرق کر پاتا ہے، بلکہ قرآن و سنت کی تعلیمات کا فہم بھی عقل ہی کے ذریعے ممکن ہے، لیکن انسانی عقل پر کلی انحصار کرنا کسی بھی طرح درست طرزِ عمل نہیں ہے، کیونکہ ہر چیز کی طرح عقل کی بھی کچھ حدود ہیں، جس سے باہر کی چیزیں انسانی عقل کے ادراک میں نہیں آسکتیں اور ہر انسان کی عقل اور ادراک کی قوت دوسرے سے مختلف ہے، دینی معاملات میں اس پر انحصار کرنا باعثِ انتشار و اضطراب ہوگا اور دین ایک کھلونا بن کر رہ جائے گا۔

ذرائعِ علم بنیادی طور پر تین ہیں:

1- حواس

2- عقل

3- وحی

[12] ھود: 112

[13] الأنعام: 153

اس جہان کی بہت ساری چیزوں کا ادراک حواس سے ممکن ہے، جیسے رنگ، بو اور ذائقہ وغیرہ، لیکن حواس کی کچھ حدود ہیں، جہاں سے آگے حواس کے ذریعے ادراک ناممکن ہوتا ہے، جیسے دو اور دو کا چار ہونا وغیرہ، یہاں سے عقل کے ادراک کی حدود شروع ہو جاتی ہیں، لیکن یہ بھی لا محدود نہیں ہیں، بلکہ عقل کے ادراک کی بھی کچھ حدود ہیں، جہاں سے آگے عقل کے ذریعے ادراک ممکن نہیں ہوتا، یہاں سے وحی (قرآن وسنت) کا ذریعہ ہی ذریعہ ادراک وعلم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وحی (سب سے اعلیٰ ذریعہ علم) کی کوئی تعلیم یا حکم ہماری عقل وفہم نہ آئے تو یہ کوئی عیب یا نقص کی بات نہیں ہے، کیونکہ وہ حکم عقل کی حدود سے باہر ہے۔ اس بات کی طرف قرآن کی کئی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے:

}إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ14 {

}وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا15 {

لہذا مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ قرآن وسنت کو اصل ماخذ سمجھ کر اس کے ہر حکم پر عمل کریں اور اپنی عقل کو وحی کے تابع بنائے، یہی وہ درست ترتیب ہے جس سے انسانی فکر کو تحفظ وسلامتی میسر آسکتی ہے، ورنہ محض عقل پر انحصار کرنے سے کوئی بھی اسلامی تعلیمات کی اپنی من مانی تشریحات کر کے فساد وانتشار پیدا کر سکتا ہے اور اسی سے انتہاء پسندی پروان چڑھتی ہے۔

قرآن وسنت دیگر شعبہ حیات کی طرح اسلامی تہذیب کے لیے منبع وماخذ ہیں، اس لیے تہذیب کے کسی بھی ایسے امر کو اختیار نہیں کیا جاسکتا جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہو، خواہ عقل وفہم کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ عصرِ حاضر میں دیگر احکامات کی طرح اسلامی تہذیب کے امور ومعاملات کے لیے بھی اہلِ علم قرآن وسنت کو بنیاد بنا کر اجتہاد کر سکتے ہیں، جس کے تین نمایاں پہلو ہیں:

1-اضافہ کا پہلو

جن امور ومعاملات کی تصریح قرآن وسنت اور فقہی تراث میں نہیں ہے، ان کا حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کیا جائے۔ تہذیب وتمدن کی ہر نئی چیز اور نئے معاملہ کے لیے یہ پہلو اختیار کیا جاسکتا ہے، اگر وہ شرعی اصولوں اور اجتہاد کے مطابق قابل اخذ ہے تو اسے لیا جائے گا، ورنہ اسے رد کر دیا جائے گا۔

2-تغیر کا پہلو

جن امور ومعاملات کے حکم کا دارومدار علل پر ہیں، اگر زمانہ اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے ان علل میں تغیر وتبدل آیا ہے تو ان امور ومعاملات میں از سرِ نو اجتہاد کر کے اس پر مختلف حکم لاگو کیا جائے۔ مثلاً قدیم تہذیبوں میں کنویں یا نہر وغیرہ کے پانی کی مقدار کے علم کا کوئی پیمانہ یا مقیاس نہیں تھا، اس لیے اس وقت کے اہلِ علم نے جہالتِ مقدار کی علت کی وجہ سے ایسے پانی کی بیع کو ناجائز قرار دیا تھا، لیکن آج وہ علت تبدیل ہو چکی ہے اور پانی کی مقدار کے آلات وجود میں آچکے ہیں، اس لیے اب جہالت کی خرابی نہیں ہے، لہذا عصرِ حاضر میں تہذیب وتمدن میں ایسے پانی کی بیع کی اجازت ہے۔

3-تسہیل کا پہلو

مقتضیاتِ زمانہ کے پیشِ نظر قدیم مباحث کو جدید اور سہل اسلوب میں ڈھالنا، تاکہ عصرِ حاضر کی اذہان کو بات سمجھ آجائے اور اس سلسلے میں تہذیب وتمدن کے حوالے سے معاصر اذہان کے شکوک وشبہات کو مدنظر رکھنا اور ان کے حل کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔16

---

[14] النور: 51

[15] الأحزاب: 36

[16] عثماني، مفتي محمد تقي، **منهجية الاجتهاد في العصر الحاضر**، مقالاتِ عثماني، مكتبة معارف القرآن، كراتشي 1/259

دوسری بحث: شخصی بنیادیں

اسلامی تہذیب میں فکری امن کی شخصی اور ذاتی بنیادیں بھی تین ہیں:

1- نظریاتی، فقہی اور اخلاقی بنیاد

2- فکری و نفسیاتی توازن کا قیام

3- کائنات کے قدرتی قوانین کی رعایت

1- نظریاتی، اخلاقی اور فقہی بنیاد

تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کے درمیان ربط کسی سے مخفی نہیں ہے۔ علوم و فنون کی ترقی سے ہی تہذیب و تمدن پروان چڑھتے ہیں اور کسی بھی تہذیب کے بنیادی اصولوں اور ان کا عملی انطباق علوم و فنون کے بغیر ناممکن ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کی خوبصورتی بھی اسلامی علوم و فنون کی رہینِ منت ہے اور خاص کر اسلام کی نظریاتی، فقہی اور اخلاقی تعلیمات کا اسلامی تہذیب پر گہرا اثر ہے، ان تعلیمات کے بغیر انسانی معاشرہ کی تہذیب میں خلل و فساد آتا ہے۔

اسلامی تہذیب میں نظریاتی بنیاد سے مراد عقیدہ ہے۔ کسی بھی تہذیب و تمدن کی نمو و ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسانی طبقات کے سامنے ایک نصب العین ہو جس کی سچائی اور صداقت پر انسانیت کو یقین ہو، یہ ایک بہترین عامل و محرک ہوتا ہے جو انسانیت کی نظریاتی تربیت کے بغیر ناممکن ہوتا ہے۔ اسی لیے عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت و آخرت اور دیگر بنیادی عقائد اسلامی تہذیب کے اولین عناصر ہیں اور ان کو مرکزی و محوری حیثیت حاصل ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی تہذیب و تمدن اور کوئی نظام نہیں کر سکا۔ اسی لیے ایک انگریز مصنف آرنلڈ جے نے اسلامی تہذیب کی دو بنیادی اوصاف کو اہم خصوصیات قرار دیا ہے، ایک عقیدہ توحید اور دوسرا نظم و نسق۔17

اسلامی تہذیب کی ایک بڑی خصوصیت اعلیٰ اخلاقی اقدار ہیں۔ اسلام نے جہاں عبادات اور معاملات کے حوالے سے انسان کی راہنمائی کی ہے، وہاں حسنِ معاشرت، حسنِ سلوک، باہمی رویوں، اور مکارم اخلاق کو بھی بنیادی اہمیت دی ہے۔ مساوات، عدل و انصاف، حقوق کی رعایت، خوش اخلاقی سے پیش آنا، ظلم سے اجتناب وغیرہ جیسی کئی اخلاقی تعلیمات دی ہیں، جن کی وجہ سے ایک مسلمان اپنی تہذیب و تمدن میں خواہشِ نفس اور مادیت کو ٹھکرا کر شریعت پر کاربند رہ سکتا ہے اور ان سے اصلاح معاشرہ اور انسانی فکر کو تحفظ و سلامتی ملتی ہے۔

اسلامی تہذیب کے ان مقوماتِ ثلاثہ (نظریاتی، فقہی، اخلاقی) کے ذریعے انسانی فکر اغیار سے متاثر ہونے اور بدعات کے ارتکاب سے محفوظ رہتی ہے اور اسے ہر جہت سے تحفظ محسوس ہوتا ہے، کیونکہ فکری امن و سلامتی کے لیے "علم" ایک بہت بڑا سبب اور ذریعہ ہے، اس سے جہالت جیسے مرض کا خاتمہ ہوتا ہے جو فکری بدامنی کا مؤثر سبب ہے۔ لہذا فرد کی نظریاتی، فقہی و اخلاقی تربیت جہاں اسلامی تہذیب کا لاینفک جزء ہے، وہاں یہ فکری امن و سلامتی کے حصول کا بھی اہم بنیاد ہے۔

2- فکری و نفسیاتی توازن کا قیام

فکری بدامنی، انتہاء پسندی اور افراط و تفریط پر مبنی سوچ کے اسباب میں سے ایک اہم سبب "نفسیاتی و فکری عامل" بھی ہے۔ نفسیاتی عامل یا محرک ایسا مؤثر ترین سبب ہے جو کچھ انسانوں کو خیر کی طرف بلاتا ہے تو بعض لوگوں کو شر کی ترغیب دیتا ہے۔ نفسیاتی عامل کا انسانیت کو خیر و شر کی طرف راغب کرنا بھی در حقیقت معاشرہ و تہذیب میں موجود عناصر پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر معاشرہ و تہذیب میں بدامنی، خوف و حراس، روحانی اضطراب، تعصب اور عدم اعتدال جیسی خرابیاں ہیں تو انسان کی فکری و نفسیاتی عامل اُسے فکری بدامنی اور انتہاپسندی کی طرف راغب کرتا ہے۔

---

17 Arnold J. Toynbee, A Study of History, Abridgement of Volumes I-VI By D. C. Somervell, Oxford University Press, 1947, pp. 227-8.

اقوامِ متحدہ کی قائم کردہ ایک خصوصی کمیٹی نے بھی فکری بدامنی، عدمِ تحفظ اور دہشت کی وجوہات پر تحقیق کرتے ہوئے اس قسم کے نفسیاتی عنصر کی طرف اشارہ کیا ہے اور لکھا ہے

کہ تہذیب میں اگر شدت، خوف، سخت پابندیاں ہوں یا انسانی عقل کو جنون کی بیماری ہو تو یہ چیزیں انسان کے نفسیاتی عامل کو شر پر ابھارتی ہیں۔18

اسلامی تہذیب، وحدتِ انسانیت، مساوات، عظمتِ واحترامِ انسانیت، عدل وانصاف اور حقوق کی ادائیگی جیسی بنیادوں پر قائم ہے، جس سے ہر قسم کے امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔ انسانیت کا ملکی، قومی، لسانی اور نسبی تعصبات میں تقسیم ہونا معاشرے کے فساد کا سبب بنتا ہے، اس لیے اسلام نے ان تفرقات کی زجیروں کو کاٹا اور وحدت کی تعلیم دی۔ فرمایا:

}يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ19{

یہ ایسی بنیادیں ہیں جن سے انسان کے نفسیاتی وفکری عامل کو توازن واعتدال حاصل ہوتا ہے اور اسی سے انسانی فکر کو امن وسلامتی اور تحفظ ملتا ہے، اس لیے اسلامی تہذیب کی ان بنیادوں کو اجاگر کرنا اور ان پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔

3-کائنات کے قدرتی قوانین کی رعایت

باری تعالیٰ نے اس دنیا کی تخلیق کر کے اس کے لیے کچھ دقیق قوانین طے کیے ہیں، جو اس جہان کے نظام کو مرتب ومنظم کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں اور دنیا کی مخلوق ان قدرتی قوانین سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس دنیا کی موجودات، ان موجودات سے صادر ہونے والی مزید موجودات یا حوادث وواقعات، ان موجودات کی تخلیق سے لے کر ان کے فناء ہونے تک کے تمام مراحل ایک خاص نظم ونسق اور قانون کے تحت انجام پاتے ہیں، البتہ قادرِ مطلق ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو قانونِ فطرت کے تابع نہیں ہے۔

قانونِ فطرت یا قدرتی قوانین کی رعایت کی کچھ جھلک مندرجہ ذیل تین مثالوں سے واضح ہو سکتی ہے:

1-فطری خصوصیات کا لحاظ

اسلام نے اسلامی تہذیب میں فطری قوانین کی تقریباً تمام خصوصیات کا لحاظ رکھا ہے اور ان پر باقاعدہ قرآن وسنت میں تصریحات بھی موجود ہیں، مثلاً مساوات، تکریمِ انسانیت، اکراہ کا عدمِ جواز، مرد وعورت کو شرف وعزت میں مساوی قرار دیکر بھی ان کی جسمانی اور صنفی فرق کو ملحوظ رکھ کر ان کی ذمہ داریوں میں فرق رکھا، تمام انسانیت کو ایک ہی لڑی میں پرو کر بھی قبائل وشعوب کو تعارف وشناخت کے لیے ملحوظ رکھا۔ لوگوں کی عادات وروایات کا اتنا لحاظ رکھا کہ اہلِ علم نے ''عادت'' کو باقاعدہ ایک مصدر وسورس کی حیثیت دے دی۔ ان کے علاوہ بھی کئی فطری خصوصیات ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

2-تمام انسانیت کا عدمِ ایمان

باری تعالیٰ نے ایک خاص حکمت کے پیشِ نظر اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس دنیا کی تمام انسانیت کا ایمان لانا ضروری اور لازم نہیں ہے، فرمایا:

}وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ20 {

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

والجمهور على أنه سبحانه لا يشاؤه، لكونه مخالفاً للحكمة التي عليها بناء أساس التكوين والتشريع 21 .

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانیت کا ایمان لانا نہیں چاہتا، کیونکہ یہ اس حکمت کے خلاف ہے جس پر اس دنیا کی تخلیق اور شرعی قانون سازی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

---

[18] هيثم عبد السلام محمد، **مفهوم الإرهاب في الشريعة الإسلامية**، دار الكتب العلمية 2005ھ، ص:87

[19] الحجرات: 13

[20] یونس: 99

[21] شهاب الدين محمود ابن عبد الله الحسيني الآلوسي، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، دار الكتب العلمية 1415ھ، 8/ 127

یہ ایک فطری قانون ہے کہ انسانیت کو عقل وفہم سے آراستہ کرکے ،ان کے سامنے حق وباطل دونوں کے راستے واضح کرکے ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی مرضی سے جو راستہ چاہے ،اختیار کرسکے ،تاکہ سزاو جزا کا قانون حقیقی معنوں میں لاگو ہوسکے۔

اس قانون کی روشنی میں اسلامی تہذیب میں غیر مسلموں کو خاص قواعد وضوابط کے تحت رہن سہن کی اجازت دی جاسکتی ہے اور اس قانون سے انحراف کرکے یہ نظریہ اختیار کرنا کہ اس دنیا کی تمام انسانیت کو ایمان کے دائرے میں لانا لازم اور ضروری ہے یا ہر فرد کی ذمہ داری ہے یا غیر مسلم کا وجود ناقابل برداشت ہے، ایسا نظریہ فساد اور بگاڑ کا سبب بنے گا اور اسی سے فکری انتشار اور بدامنی پھیلتی ہے۔

3-ابتلاء وآزمائش

اللہ تعالی نے اس دنیا کو دارالامتحان بنایا ہے ،اس لیے وہ اپنے بندوں کو خیر وشر اور نعمت ومصیبت سے آزماتا ہے۔ مرض، فقر وفاقہ، مختلف مصائب ہوں یا اللہ کی نعمتیں، ہر دو میں انسان کے لیے آزمائش ہے کہ وہ صبر وتحمل اور شکر سے کام لیتا ہے یا بے صبری اور ناشکری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

}وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ22 {

یہ بھی ایک فطری قانون ہے، جس میں دونوں جانب کی آزمائش کا لحاظ رکھا گیا ہے، کیونکہ اسی آزمائش کے نتیجے میں ہی انسان اجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ لہذا ایسا ممکن ہے کہ اسلامی تہذیب کی کچھ باتیں آزمائش کا سبب ہوں، جبکہ غیر کی تہذیب میں زیادہ سہولت اور آسائش ہو، لیکن ایسی صورتحال میں صبر وتحمل کا دامن تھامنا ضروری ہوگا۔ ایسی صورتحال میں اسلام تعلیم سے انحراف کرکے بے صبری یا ناشکری کا مظاہرہ کرنا جہاں اسلامی تہذیب کے خلاف ہے، وہاں فکری بدامنی اور عدم تحفظ کا سبب بھی ہے۔

تیسری بحث: معاشرتی بنیادیں

جہاں تک معاشرتی واجتماعی بنیادوں کی بات ہے تو وہ بھی تین ہیں:

1-نرمی اور وسعت

2-وحدت اور مذاکرات کا فروغ

3-اجتماعی ذمہ داری کا فروغ

1-نرمی اور وسعت

دینِ اسلام میں ناقابل تحمل سختی نہیں ہے اور نہ بندوں کو ناقابل برداشت احکامات کا مکلف بنایا گیا ہے، بلکہ بے جا سختی اور شدت کو اسلام میں ناپسند کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

} يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ23 {

سرورِ دوعالم ﷺ جب حضرت معاذ اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن بھیج رہے تھے تو ان سے فرمایا:

يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا24 .

تم دونوں آسانیاں پیدا کرنا، لوگوں کو تنگی میں نہ ڈالنا، خوشخبری دینا، لوگوں کو متنفر نہ کرنا، آپس میں ایک دوسرے کی معاونت کرنا اور اختلاف نہ کرنا۔

---

[22] الأنبياء: 35

[23] البقرة: 185

[24] بخاري، صحيح البخاري، 1/ 136، رقم الحديث: 3038

لہذا اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ اہلِ ایمان خوش اخلاقی اور نرمی کا رویہ اختیار کرے، بد اخلاقی، تشدد اور ظلم سے باز رہے۔ یہ نکتہ اُن اخلاقی اقدار میں سے ایک ہے جو حسنِ معاشرہ اور تہذیب کی خوبصورتی کا ضامن ہے اور اس کے ذریعے افراد کو فکری امن و تحفظ اور سلامتی حاصل ہوتی ہے۔

اسی سے متعلق یہ بات بھی ذکر کرنا مناسب ہے کہ اسلامی تہذیب میں تازہ کاری یا دیگر تہذیبوں سے اخذ واستفادہ کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں اہلِ علم کی آراء مختلف ہیں۔ 25 تاہم معتدل موقف یہ ہے کہ شریعت کے بنیادی اصولوں اور افکار و عقائد سے غیر متصادم چیزوں کو لینے کی گنجائش ہے، خاص کر جو امور انتظامی حوالے سے فائدہ مند ہوں۔ تہذیب بہت سارے امور و معاملات کے مجموعہ کا نام ہے، جن میں سے کچھ کا تعلق خالص دین سے ہیں اور کچھ انتظامی نوعیت کے امور ہیں، جیسا کہ مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ:

''تہذیب کے دراصل پانچ عناصر ترکیبی ہیں: 1-دنیوی زندگی کا تصور 2-زندگی کا نصب العین 3-عقائد وافکار 4-تربیت کے اصول 5-نظام اجتماعی کے اصول''۔26

2۔وحدت اور مذاکرات کا فروغ

کوئی بھی معاشرہ اور تہذیب افراد کی مختلف اکائیوں پر مشتمل ہوتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس معاشرہ و تہذیب میں مختلف رجحانات، آراء، نظریات، فرقے، جماعتیں اور مختلف عناصر موجود ہوں گے۔ ہر جماعت، قوم یا نظریہ کی اپنی ایک شناخت ہوتی ہے، بلکہ فطری طور پر ایک انسان اپنے مزاج میں، فکر و تخیل میں اور شعور واحساس میں دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کسی ایک فرقہ، نظریہ یا رجحان کو تقویت دینا، اس کے لیے افراد پر جبر کرنا اور مختلف قوموں کی شناخت کو مسخ کرنا فساد اور معاشرے و تہذیب میں خلل کا باعث ہوتا ہے اور اسی سے فکری بدامنی پیدا ہوتی ہے۔

اسی لیے اسلام نے باہمی اتحاد و اتفاق کی تعلیم دی اور اختلافِ ناس کو شناخت کا ذریعہ قرار دے کر اسے بھی کسی حد تک تسلیم کیا ہے، چنانچہ باری تعالی فرماتے ہیں:

}اأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا27 {

اسلامی تہذیب باہمی اتحاد و اتفاق اور ایک دوسرے کی رائے اور نظریہ کے احترام پر مبنی تہذیب ہے اور اسلام احسن طریقے سے باہمی مکالمہ اور مذاکرات کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں ایسی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں، مثلا مسلم حکمرانوں اور دوسری اقوام کے حکمرانوں کے درمیان مذاکرات اور دوطرفہ پیغامات کی ترسیل ہوئی، علمی مجلسوں میں اہلِ علم کی مختلف آراء پر مکالمے ہوئے، فلسفیانہ مکاتبِ فکر کے درمیان گفتگو ہوئی۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تہذیب میں رہنے والے انسانوں میں مذہب، نسل، زبان اور عقیدہ و ثقافت کا اختلاف درحقیقت باہمی نزاع اور کشمکش کا بنیادی سبب نہیں ہے، بلکہ اختلافی صورتحال میں اگر دوسروں کی آراء کا احترام کیا جائے، آزادی فکر، انصاف، مساوات، اعتدال اور رواداری پر عمل کیا جائے تو یہ چیزیں اور اختلاف باہمی تعاون اور انسانی قدروں کے باہمی تبادلہ کا سبب بن سکتا ہے اور ایسا اختلاف باہمی اتحاد و اتفاق کے منافی نہیں ہے، بلکہ اس قسم کے اختلاف کے باوجود معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ فکری امن کی اس بنیاد کے بنیادی عناصر مندرجہ ذیل ہیں:

-1 حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت رکھنا

-2 جائز امور میں حاکم کی اطاعت کرنا اور اس کے خلاف بغاوت نہ کرنا

---

[25] ندوی، ابوالحسن علی، **مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش**، مجلس نشریات اسلام، ص:215

[26] مودودی، سید ابوالاعلی، **اسلام کا نظام زندگی**، اسلامک پبلشر، لمیٹڈ، ص:97

[27] الحجرات: 13

International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN-2709-3905
https://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/index PISSN2709-3891
(Volume.5, Issue.2 (2025)

3-شخصی، گروہی اور مسلکی عصبیت سے اجتناب کرنا

4-اختلافی رائے رکھنے والوں کی رائے کا احترام، ان سے نرمی کے ساتھ پیش آنا اور ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا

5-بحث و مباحثہ اور مکالمہ میں احسن طریقہ اختیار کرنا، طعن و تشنیع سے احتراز کرنا

3-اجتماعی ذمہ داری کا فروغ

کسی بھی معاشرے اور تہذیب کی بقاء اور نمو کے لیے یہ ضروری ہے کہ معاشرے کی اکائیاں اور افراد محض انفرادیت کی سوچ کے حامل نہ ہوں، بلکہ اجتماعیت اور اجتماعی و معاشرتی ذمہ داریاں بھی اٹھاتے ہوں اور ہر فرد کے ذمہ دوسروں کے جو حقوق لازم ہیں، ان کی رعایت رکھنے والا ہو۔ اگر فرد صرف انفرادی مفاد کے درپے ہوگا تو اس سے معاشرہ و تہذیب کے نظم و نسق اور امن میں خلل آتا ہے اور انفرادیت کی یہ سوچ خود فکری امن کے لیے بھی مضر ہے۔

معاشرتی و اجتماعی ذمہ داریوں کا تعلق حاکم سے لے کر، رعایا کے ہر فرد کے ساتھ ہے، ہر فرد جس کا کسی بھی حیثیت سے دوسرے فرد کے ساتھ تعلق اور ربط رہتا ہے، اس کی کچھ ذمہ داریاں ہیں، جن کو پورا کرنا لازم ہے۔ مثلاً قانون کی پاسداری کرنا، عدل و انصاف سے کام لینا، اپنے فرائضِ منصبی کو بحسن و خوبی سرانجام دینا۔ اس سے جہاں مامون معاشرہ وجود میں آتا ہے، وہاں اس سے فکری امن و سلامتی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے معاشرہ کے ہر فرد کے حقوق اور ذمہ داریوں کی تفصیل بیان کر دی ہے جو اسلامی تہذیب کا ایک اہم عنصر اور حصہ ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ (وَهُوَ مَسْئُولٌ) عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[28] .

"تم میں سے ہر آدمی نگہبان ہے اور ہر آدمی اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے؛ چنانچہ امیر نگہبان ہے اور وہ اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے، مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس کے بارے میں جواب دہ ہے اور غلام اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: آدمی اپنے والد کے مال کا نگہبان ہے، جس کے بارے میں اس سے سوال ہوگا، اس طرح تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا"۔

خاتمہ: نتائج و سفارشات

فکری امن کا مفہوم یہ ہے کہ فرد کے افکار کو ہر قسم کی جارحیت، شدت اور خوف سے محفوظ کرنا، تاکہ وہ اپنے مقام پر، اپنی شناخت و تہذیب کے ساتھ سکون سے زندگی گزار سکے۔ اسلامی تہذیب جن دیگر خصوصیات کی حامل ہے، ان میں سے ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں فکری امن کی کئی اہم بنیادیں موجود ہیں، جن کو صحیح معنوں میں نافذ اور اختیار کرنے سے معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

اسلامی تہذیب میں موجود فکری امن کی بنیادوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: علمی بنیادیں، شخصی بنیادیں اور معاشرتی بنیادیں۔

علمی بنیادوں سے مراد یہ ہے کہ اسلامی تہذیب کی بناء درست عقیدہ، اعتدال اور علم کے مآخذ کی درست ترتیب پر ہے، جن میں اگر خلل آئے گا تو فکری امن میں بھی بگاڑ پیدا ہوگا۔

[28] بخاري، صحيح البخاري، 893/1، رقم الحديث: 849

اسلامی تہذیب میں موجود فکری امن کی شخصی بنیادوں سے مراد یہ ہے کہ فرد کی ایسی تربیت ہو جائے، جس کی وجہ سے فکری امن وسلامتی کا حصول ہو، جیسے نظریاتی، فقہی واخلاقی تربیت، فرد کی نفسیاتی عامل میں توازن اور کائنات کے فطری وقدرتی قوانین کی رعایت رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

معاشرتی بنیادوں سے مراد یہ ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد کے ساتھ نرمی کا رویہ اور تہذیبی امور میں جواز کے دائرے میں رہ کر دیگر تہذیبوں سے اخذ واستفادہ کی گنجائش دینا، باہمی اتحاد واتفاق کو فروغ دینا اور اختلافی رائے کا احترام اور مکالمہ کی فضاء پیدا کرنا اور لوگوں میں سماجی واجتماعی ذمہ داری کا ہونا۔ یہ اسلامی تہذیب کی ایسی بنیادیں ہیں جن سے فکری امن وتحفظ میسر ہوتا ہے۔

معاشرہ کے ہر فرد کی ذمہ داری کے علاوہ اہلِ علم کی خاص ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی تہذیب کا حقیقی تصور اور اس کی اہمیت لوگوں میں اجاگر کریں اور صرف علمی سطح پر ہی نہیں، بلکہ عملی طور پر بھی اقدامات کریں اور معاشرے میں صحیح اور درست فکر کو پروان چڑھانے کی کوشش کریں۔

اسلامی تہذیب میں موجود امن اور خاص کر فکری امن وتحفظ کی بنیادوں پر مزید کام کیا جائے اور مکمل تفصیل کے ساتھ یہ بیان کیا جائے کہ اسلامی تہذیب میں وہ کونسی خصوصیات اور بنیادیں جن کے ذریعے معاشرے میں امن پیدا ہوتا ہے اور فکری بدامنی، انتہاء پسندانہ سوچ اور شدت والی فکر کا ازالہ ہوتا ہے۔

اسلامی تہذیب امن وامان کے فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کر سکتا ہے، لہذا اس کے لیے انفرادی سطح کے علاوہ، ادارہ جاتی سطح پر اور میڈیا کے ذریعے عوام میں شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اس کام کے لیے خاص کر ان اہلِ علم سے تعاون حاصل کیا جائے جو حقیقی معنی میں علم سے متصف ہوں، صرف ظاہر اور شہرت پر اکتفاء کر کے ایسے لوگوں کو موقع نہ دیا جائے جو دین کی تشریح شرعی اصولوں کے بجائے اپنی عقلِ مجرد سے کرتے ہیں۔

مصادر ومراجع

اسلام کا نظام زندگی، مودودی، سید ابوالاعلی، اسلامک پبلشر، لمیٹڈ

الأمن الفكري وعناية المملكة العربية السعودية، دكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، سبط حسن، مکتبہ دانیال

روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، شهاب الدين محمود ابن عبد الله الحسيني الآلوسي دار الكتب العلمية 1415ھ

شروط النهضة، ترجمة عبد الصبور شاهين، دار الفكر 1986ء

الشريعة الإسلامية وأثرها في تعزيز الأمن الفكري، دكتور عبد الرحمن السديس، جامعة نايف الرياض، 1426ھ

صحيح البخاري، بخاري، محمد بن اسماعيل الجعفي، دار الكتب العلمية 1980ھ

لسان العرب، جمال الدين بن منظور، دار الفكر، 1414ه

مختار الصحاح، زين الدين محمد الرازي، مكتبة لبنان، 1995ء

مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ندوی، ابوالحسن علی، مجلس نشریات اسلام

مفهوم الإرهاب في الشريعة الإسلامية، هيثم عبد السلام محمد، دار الكتب العلمية 2005ھ

المفهوم الأمني في الأسلام، علي فايز الجحني، مجلة الأمن، العدد 2، ذي الحجة 1408ھ

منهجية الاجتهاد في العصر الحاضر، مقالاتِ عثماني، عثماني، مفتي محمد تقي، مكتبة معارف القرآن، كراتشي.

Arnold J. Toynbee, A Study of History, Abridgement of Volumes I-VI By D. C. Somervell, Oxford University Press, 1947